باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

تفسیر جلالین میں پ۸، ص۱۳۲ سورۃ اعراف میں آیت "ثم استوی علی العرش" کے حاشیے میں ہے "وروی البیہقی عن ابی حنیفۃ ان اللہ فی السماء دون الارض وعنہ وقال من انکر ان اللہ فی السماء فقد کفر......"

اس آیت اور حاشیے کی روشنی میں "اللہ تعالیٰ کہاں ہیں" کا اہلسنت والجماعت کیا جواب دیتے ہیں۔

بالفاظ دیگر۔ این اللہ من حیث الذات والصفات؟

ب زید کا اس بارے میں نظریہ ہے کہ اللہ رب العزت ذات کے اعتبار سے عرش پر ہیں اور علم وقدرت کے اعتبار سے ہر جگہ ہے۔

ج عمرو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذات وصفات کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہیں۔

د بکر اس بارے میں کہتا ہے کہ یہ تو بعید از عقل ہے کہ اللہ ہر جگہ موجود ہو۔ اس میں چند خرابیاں ہیں ۱ اللہ تو لازمان اور لامکان ہیں تو یہ کہنا کہ "ہر جگہ ہیں" یہ تو مکان سے مقید کر دیا ہے۔ اور اللہ اس سے پاک ہیں۔ ۲ اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف بہت سی قبیح چیزوں کی نسبت ہوگی۔ مثلاً اللہ بیت الخلاء میں بوقت فراغت، اور غسلخانے میں بوقت غسل، ساتھ ہونگے۔ "العیاذ باللہ"۔

ہ خالد کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صفات یعنی علم، قدرت کے اعتبار سے ہر جگہ ہیں اور ذات کے اعتبار سے کہاں ہیں اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے بارے غور وخوض سے منع کیا گیا ہے۔

دلائل یہ ہیں خالد کی دلیل تفسیر عثمانی سورۃ مجادلہ میں "ہو معکم اینما کنتم" کی تفسیر میں تصریح ہے کہ اللہ اپنے علم محیط کے اعتبار سے ہر جگہ ہے یہاں ذات باری تعالیٰ کے بارے میں کچھ مذکور نہیں لہذا اس کے پیچھے پڑنے کی ضرورت ہی نہیں۔

عمرو کی دلیل ہے کہ صفات ذات کے تابع ہوتی ہیں جب صفات کے اعتبار سے ہے تو ذات بھی ساتھ ہی ہوگی ہاں وہ ذات کیسی ہے وہ ہماری سمجھ سے باہر ہے واللہ اعلم بالصواب۔

زید کی دلیل ہے ثم استوی علی العرش کی بنا پر ذات باری عرش پر ہے اور علم کے اعتبار سے ہر جگہ۔

دارالافتاء

دریافت طلب امور۔

① امام صاحب کی عبارت کی توضیح ہے؟

② اہلسنت والجماعت کا مسلک، این اللہ من حیث الذات والصفات؟

③ زید، عمرو، خالد کے عقائد میں سے کونسا ٹھیک ہے؟

④ غار ثور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لاتحزن ان اللہ معنا" اسی طرح حضرت موسیٰؑ نے "ان معی ربی" میں جو معیت کا ذکر ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام لیکر کلام کیا گیا ہے۔ تو وہاں موجودگی باری تعالیٰ کی خصوصاً ذات کے بارے میں ہے یا علم وقدرت کے بارے میں؟

⑤ عقیدہ وحدت الوجود کیا ہے اور یہ کن کا عقیدہ ہے۔

⑥ صرف یہ کہہ دینا کہ جو عقیدہ اہلسنت والجماعت کا ہے وہی میرا ہے۔ معلوم نہ کرنا۔ کیا یہ کافی ہوگا؟

آخر میں یہ واضح کر دینا ضروری ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان، زمان، جہات اور تشبیہ وتمثیل سے پاک ہے، اور اس کی ذات میں غور کرنا، بحث ومباحثہ کرنا ممنوع ہے، مقصود صرف یہ دریافت کرنا ہے کہ ہمارا عقیدہ کیا ہے۔

(جاری ہے.....)

Date

⑦ جہنم کے بارے میں زید کا یہ عقیدہ ہے کہ "جہنمی ہمیشہ جہنم میں رہیگا، ہاں اللہ جہنم کے فنا کرنے پر قادر ہے لہٰذا جہنم اگر ختم ہو جائے تو میرا کیا جائیگا ان کا بھلا ہی ہوگا۔" ایسا کہنے اور علی الاعلان اس کے پھیلانے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

⑧ جنت میں ہر جی کی خواہش پوری کی جائیگی لہٰذا اگر کوئی جنت کے حسن و نعمتیں بیان کرنے والا اگر مبالغہ سے کام لے اور مبالغہ بھی ایسا کہ جو خبر و اثر کے وارد اوصاف والعلامات سے خارج ہو اور جب اس سے حوالہ دریافت کیا جائے تو کہے "ولکم فیہا ما تشتھی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون" تو ایسا کرنا کیسا ہے؟ مثلاً بیان کرنا کہ وہاں، چائے کی نہریں، بسوار کے پہاڑ۔ اور عورتوں کے حسن کے ایسے دلکش منظر بیان کرنا قلم ان کے تحریر کرنے سے قاصر ہے۔

مولانا صاحب! گذارش ہے کہ اپنے قیمتی لمحات میں سے کچھ لمحات اس صحیفہ کی نذر فرما کر مستفتیان پر شفقت فرما کر ممنون و مشکور فرماویں۔

فقط والسلام
محمد ارشد۔ رشید احمد۔ محمد لقمان گھکھروی
مدرسہ عربیہ راسخ العلوم گونڈہ
۱۳ رجب ۱۴۲۸ھ

دارالافتاء

(جواب منسلکہ ورق پر ملاحظہ فرمائیں)

الجواب ـــــــ بـــــــ حامداً ومصلیاً

مذکورہ سوالات اور مباحث میں سے اکثر ایسے ہیں جن کے جواب پر دین کا کوئی عملی حکم موقوف نہیں، ان مباحث اور تفصیلات کے بارے میں قبر اور آخرت میں سوال نہیں ہوگا، لهذا ایسے مسائل سے گریز کرنا چاہئے اور اپنے اوقات کو ایسے مسائل کے معلوم کرنے میں صرف کرنا چاہئے جن کا براہِ راست تعلق عملی زندگی سے ہے، اس تمہید کے بعد آپ کے سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں۔

① ـــــ صورتِ مسئولہ میں امام صاحب رحمہ اللہ کی اس عبارت "اللہ فی السماء دون الارض" کی نسبت اگر امام ابو حنیفہ رح کی طرف کسی سند صحیح سے ثابت بھی ہو تو وہ ایک خاص واقعہ سے متعلق ہے جسمیں جہمیوں کے عقیدہ پر رد مقصود ہے (جسکی عربی عبارت آگے آئے گی)، اسمیں امام صاحب رح نے اس بات پر قرآن وحدیث کے ظاہری نصوص سے استدلال فرمایا ہے۔ مثلاً: "أأمنتم من فی السماء [سورۃ الملک ۱۶]"۔

"فبلغ ذلك النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: ألا تأمنونی وأنا أمین من فی السماء [أخرجه البخاري ۷۳/۳، كتاب المغازي]"۔

"فقال لها: أين الله؟ قالت: في السماء قال من أنا؟ فقالت: انت رسول الله قال انها مومنة فاعتقها [مسلم ۷۰/۲ كتاب المساجد]"۔

"ربنا الذی فی السماء تقدس اسمک الحدیث [ابوداود ۱۵۵/۲ کتاب الطب]"۔

"ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء [ترمذی. ابواب البر والصلة]" وغیرہ۔

ان نصوص کے حقیقی معنی سے کوئی کلام نہیں کیا گیا ہے، جہاں تک دوسری عبارت کا تعلق ہے "من انکر اللہ فی السماء فقد کفر" تو یہ اسلئے صحیح ہے کہ اس بات کے انکار سے مذکورہ بالا آیات اور احادیث کا انکار لازم آتا ہے۔ اب مذکورہ بالا نصوص کے بارے میں

(جاری ہے ....)

دار الافتاء

Scanned by CamScanner

اہل السنت والجماعت کا کیا عقیدہ ہے، اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

وفی کتاب الاسماء والصفات للبیہقی (۲/۱۷۰) ط: الکتب۔ بیروت۔

• اخبرنا ابوبکر بن الحارث الفقیہ انا ابومحمد بن حیان أنا احمد بن جعفر ابن نصر ثنا یحیی بن یعلی قال: سمعت نعیم بن حماد یقول: سمعت نوح بن ابی مریم أباعصمة یقول: کنا عند ابی حنیفة أول ما ظہر اذ جاءته امرأة من ترمذ کانت تجالس جہماً، فدخلت الکوفة فاظننی أقل ما رأیت علیہا عشرة آلاف من الناس تدعو الی رأیہا فقیل لہا: ان ھھنا رجلاً قد نظر فی المعقول یقال له ابوحنیفة فاتتہ فقالت: أنت الذی تعلم الناس المسائل وقد ترکت دینک؟ أین الھک الذی تعبده؟ فسکت عنہا ثم مکث سبعة ایام لا یجیبہا ثم خرج الیہا وقد وضع کتابان: اللہ تبارک وتعالیٰ فی السماء دون الارض۔ فقال له رجل: أرأیت قول اللہ عزوجل «وھو معکم» قال: ھو کما تکتب الی الرجل أنی معک وأنت غائب عنہ۔ قلت: لقد اصاب ابوحنیفة رضی اللہ عنہ فیما نفی عن اللہ عزوجل من الکون فی الارض وفیما ذکر من تاویل الایة وتبع مطلق السمع فی قوله: ان اللہ عزوجل فی السماء ومراده من ذلک واللہ اعلم ان صحت الحکایة عنہ ما ذکرنا فی معنی قوله: «أأمنتم من فی السماء»۔

(۲) ــــــــــ صورتِ مسئولہ میں «أین اللہ من حیث الذات والصفات» کے جواب میں اہل السنت والجماعت کا عقیدہ، علامہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کی کتاب [عقائد الاسلام] سے مختصراً ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ (تفصیل کے لئے مذکورہ کتاب کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے)

چنانچہ حضرت لکھتے ہیں؛

• خدا تعالیٰ کے لئے کوئی مکان اور زمان اور جہت اور سمت نہیں کیونکہ وہ

(جاری ہے...)

غیر محدود ہے اور مکان اور جہت محدود کے لئے ہوتے ہیں اور مکان اور زمان مکین کو احاطہ کئے ہوئے اور گھیرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب کو محیط ہے، زمین اور زمان اور کون ومکان سب اسی کے مخلوق ہیں اور اس کے احاطہ قدرت میں ہیں، کان اللہ ولم یکن شی غیرہ یعنی ازل میں صرف خدا تعالیٰ تھا، اس کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ اسی نے اپنی قدرت سے زمین اور زمان اور مکین اور مکان کو پیدا کیا جس طرح وہ مکان اور زمان کے پیدا کرنے سے پہلے بغیر مکان اور بغیر جہت کے تھا اب بھی اسی شان سے ہے جس شان سے وہ پہلے تھا۔ ھو الان کما کان۔

نیز جہات امور اضافیہ اور نسبیہ میں مثلاً فوق اور تحت اور یمین اور شمال یہ سب چیزیں حادث ہیں نسبت کے بدلنے سے ان میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے ایک شی کسی کے اعتبار سے فوق ہے اور کسی کے اعتبار سے تحت ہے پس یہ کیسے ممکن ہے کہ حق تعالیٰ ازل میں کسی جہت یا سمت کیساتھ مخصوص ہو۔ جہت اور سمت حادث کے لئے ہوتی ہے ازلی کے لئے نہیں ہوتی، پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ کوئی مکان ہے اور نہ کوئی جہت ہے اور نہ کوئی سمت ہے مکان اور جہت اور سمت تو محدود اور متناہی کے لئے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی نہایت ہے۔ ع

این جہان محدود آن خود بیحد است

اس کی ہستی سمت اور جہت اور مکان اور زمان کی حدود اور قیود سے پاک ہے لہذا خدا تعالیٰ کے متعلق یہ سوال نہیں ہوسکتا کہ وہ کہاں ہے اور کب سے ہے اس لئے کہ وہ مکان اور زمان سب سے سابق اور مقدم ہے۔ مکان اور

(جاری ہے۔۔۔)

دار الافتاء

Scanned by CamScanner

زمان سب اس کی مخلوق ہے وہ تو لامکان اور لازمان ہے، اس کی ہستی مکان اور زمان پر موقوف نہیں بلکہ زمان اور مکان کی ہستی اس کے ارادہ پر موقوف ہے۔ [عقائد الاسلام ۳۸،۲۰]۔

(۳) ——— صورتِ مسئولہ میں زید، عمرو اور خالد کے عقائد کے بارے میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب امداد الفتاوی (۲۲،٦) سے ایک مختصر اور جامع تبصرہ نقل کیا جاتا ہے جو انہوں نے ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے:

"مسئلہ نازک ہے عقول متوسط اس کی تحقیق سے عاجز ہیں، اس لئے اس میں بحث بھی جائز نہیں، خصوص تحریر تو بالکل کافی نہیں۔ جواب تو اتنا ہی مصلحت تھا مگر آپ کے شوق و فہم کا تقاضا باعث ہوا کہ کچھ مختصر اور سلیس لکھ ہی دوں"۔

آگے عمرو اور خالد کے عقیدہ پر فریق اول اور زید کے عقیدہ پر فریق ثانی کا نام دیتے ہوئے حضرت لکھتے ہیں:

"دونوں فریق کے مقولہ مبہم اور محتاج تفسیر ہیں، فریق اول کی اگر یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ مثل ہوا کے پھیلا ہوا ہے اور بھرا ہوا ہے تب تو غلط ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مکانی ہو۔ دوسرے مکانیات سے صرف یہ امتیاز ہوگا کہ اوروں کا مکان محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کا مکان غیر محدود، سو مکانی ہونا چونکہ احتیاج الی المکان کو مستلزم ہے اور احتیاج سے حق تعالیٰ منزہ ہے اس لئے مکان سے بھی منزہ ہے بلکہ غور کیا جاوے تو اس میں دوسرے مکانیات سے بھی زیادہ احتیاج ثابت ہوئی کہ اور تو ایک ایک مکان کے محتاج ہوں گے اور وہ ہر مکان کا۔ نعوذ باللہ۔ اگر یہ

(جاری ہے ۔۔۔)

Scanned by CamScanner

دار الافتاء

مطلب ہے کہ اس کی تجلی جیسی کہ اس کی ذات منزہ کے شان کو زیبا ہے عرش کے ساتھ خاص نہیں جیسے عرش پر ہے، اسی طرح غیر عرش پر ہے سو یہ مسئلہ کسی نقل قطعی الدلالہ یا کسی دلیل عقلی کے خلاف نہیں، بعض صوفیہ اس طرف گئے اس لئے اس کے قائل ہونے کی گنجائش ہے، بعض آیات و احادیث کے ظاہری الفاظ بھی اس پر چسپاں ہیں۔ مثلاً وھو معکم أینما کنتم اور ترمذی کی حدیث ہے: لو دلّیتم حبلاً الی الارض السفلی لھبط علی اللہ ومثلھما اور اگر ان میں تاویل کی جائے تو تاویل دوسری جانب بھی ہوسکتی ہے مثلاً عرش کا کسی تجلی عام کے ساتھ کسی خاص تجلی سے بھی مشرف ہونا ونحوہ لیکن جو شخص اس کا قائل ہو بوجہ قطعی نہ ہونے کے دوسرا احتمال رکھنا بھی اس پر واجب ہے۔ اسی طرح فریق ثانی کی اگر یہ مراد ہے کہ عرش حق تعالیٰ کے لئے مکان اور حیز ہے تو مکانیت کا انتفاء ابھی معلوم ہوچکا ہے بلکہ ایک معنی کر مکان مذکورہ سابقہ سے بھی اس میں زیادہ نقص لازم آتا ہے، کیونکہ اوپر تو مکان غیر محدود کا ذکر کیا گیا تھا جو فی الجملہ عظمت کا مشعر ہے اور یہاں تو عرش سے بھی اس کا محاط ہونا لازم آتا ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ اس کی کچھ خصوصیت عرش سے ایسی ہے جو ادراک و فہم سے عالی ہے تو ظاہر نصوص کی موافق ہے جیسے کہ سوال میں ایسی نصوص کی طرف اشارہ بھی ہے اور یہ سب خلاصہ ہے اقوال منقولہ کا باقی اسلم یہی ہے کہ اس میں گفتگو نہ کی جاوے اور حقیقت کو خدا تعالیٰ کے سپرد کیا جاوے۔ فی التفسیر المظھری تحت قولہ تعالیٰ: ثم استوی الی السماء۔ و الصوفیۃ العلیۃ کما اثبتوا معیۃ لاکیف لھا۔ الی قولہ۔ لذلک اثبتوا تجلیاً

(جاری ہے۔۔۔)

خاصاً رحمانیاً علی العرش. وفیہ تحت قولہ تعالیٰ: مع الصبرین. بل معیۃ غیر متکیفۃ فیتضح علی العارفین ولا یدرک کنہہ الخ. وفیہ تحت قولہ تعالیٰ یاتیھم اللہ فی ظلل الایمان بہ وتفویض الی اللہ تعالیٰ والتحاشی عن البحث فیہ وھو مسلک السلف الخ"۔

④ ـــــــ اس سلسلہ میں منسلکہ فتویٰ ملاحظہ ہو جو کہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی نے ایک مستفتی (مولانا اسلم) کے سوال کے جواب پر تبصرہ کے طور پر تحریر فرمایا ہے۔

⑤ ـــــــ اسکا خلاصہ یہ ہے کہ گو ممکنات موجود ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وجود بخشا ہے مگر وجودِ حق کے مقابلہ میں ان کا وجود نہایت ناقص وضعیف وحقیر ہے، اسلئے ممکنات کے وجود کو اللہ تعالیٰ کے وجود کے مقابلہ میں عدم کہیں گے جب یہ کالعدم ہوا تو وجود معتد بہ ایک ہی رہ گیا، یہی وحدۃ الوجود کے معنی ہیں کیونکہ اسکا لفظی ترجمہ ہے وجود کا ایک ہونا سو ایک ہونے کے معنی یہ ہیں کہ گو دوسرا ہے سہی مگر ایسا ہی ہے جیسا نہیں ہے اسکو مبالغۃً وحدۃ الوجود کہتے ہیں۔ اس مسئلہ کو مرتبہ تحقیق علمی میں۔ توحید کہتے ہیں اور جب سالک کا یہ حال ہو جائے تو اس مرتبہ کو "فناء" کہتے ہیں۔ (ماخذہٗ: شریعت وطریقت للتھانوی ص۳۱۰ بنقل از تبویب $\frac{۳۹}{۲۰۹}$)۔

⑥ ـــــــ صرف یہ کہنا کہ جو عقیدہ اہل السنت والجماعت کا ہے وہی میرا عقیدہ ہے تفصیل معلوم نہ کرنا کافی ہے۔

⑦ ـــــــ زید کا علی الاطلاق یہ کہنا کہ "جہنمی ہمیشہ جہنم میں رہیگا" صحیح نہیں کیونکہ گناہ گار مسلمان جو جہنم میں جائیں گے وہ سزا کاٹنے کے بعد بالآخر جہنم سے نکالے جائیں گے اور یہ کہنا کہ "ہاں اللہ جہنم کے فنا کرنے پر قادر ہے لہٰذا جہنم اگر ختم ہو جائے تو میرا کیا جائے گا ان کا بھلا ہی ہوگا"۔ اگر اس کہنے سے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنم کو فنا کر سکتا ہے

(جاری ہے...)

Scanned by CamScanner

تو اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اسکے فنا کرنے پر قادر ہے، البتہ اگر اس کہنے سے مذکورہ شخص کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی وقت جہنم کو فنا کردیں گے تو یہ کہنا غلط ہے، کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنم کے فنا کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود یہ بات نہیں چاہے گا کہ جہنم فنا ہوجائے، اسلئے کافر جہنمیوں کو کبھی نکلنا بھی نصیب نہیں ہوگا (بیان القرآن ۱/۶۴)۔ لھذا اگر دوسرا مطلب ہو تو اس عقیدہ کی اصلاح ضروری ہے، اور اس عقیدہ کے پھیلانے اور ایسے الفاظ کے کہنے سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

وفی تفسیر ابن کثیر (۲/۴۳۴) دار الکتب. بیروت۔

"خلدین فیھا مادامت السموات والارض الا ماشاء ربک، الایۃ. قال: ولا یبقی بعد ذلک فی النار الا من وجب علیہ الخلود فیھا ولا محید لہ عنھا وھذا الذی علیہ کثیر من العلماء قدیماً وحدیثاً فی تفسیر ھذہ الایۃ الکریمۃ"۔

وفی التفسیر الکبیر (۱۸/۵۱) دار الکتب. بیروت۔

"واما الجمھور الاعظم من الامۃ فقد اتفقوا علی ان عذاب الکافر دائم"۔

وفی ھامش بیان القرآن (۱/۶۳) میر محمد. کراچی۔

"وأنت تعلم خلود الکفار مما اجمع علیہ المسلمون ولا عبرۃ بالمخالف والقواطع اکثر من ان تحصی ولا یقاوم واحد منھا کثیراً من ھذہ الاخبار ولا دلیل فی الایۃ علی ما یقولہ المخالف"۔

⑧ — صورتِ مسئولہ میں آیت کریمہ (ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون) سے استدلال کرتے ہوئے جنت کے ایسے حسین مناظر اور نعمتوں کا بیان کرنا جو قرآن وسنت سے ثابت ہیں جائز اور مستحسن ہے، البتہ اس میں حد سے زیادہ مبالغہ آرائی سے بچنا چاہیئے، اسی طرح جنت کی نعمتوں کے بیان میں ایسی چیزوں کے تذکرہ سے جو جنت کے شایان شان نہیں، قرآن وسنت میں انکا ذکر نہیں، بلکہ گھٹیا اور حقیر سمجھی جاتی ہیں،

(جاری ہے۔۔۔)

Scanned by CamScanner

اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ جنت میں ایسی چیزیں نہیں ہیں اور نہ ہی ایسی چیزوں کی خواہش اور طلب جنتی لوگوں کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

وفی التفسیر الکبیر (۲۶، ۸۲) دار الکتب، بیروت۔

، تحت قوله تعالیٰ: ولکم فیها ما تشتهی انفسکم، الایة، قال: ویطلبون فلا طلب لهم وتقریره هو ان یکون ما یدعون بمعنی ما یصح ان یطلب ویدعی۔

وفی تفسیر القرطبی (۱۵، ٤۲) دار الکتب العربی، بیروت۔

، وقیل: المعنی ان من ادعی منهم شیئا فهو له، لان الله تعالیٰ قد طبعهم علی ألا یدعی منهم احد الا ما یجمل ویحسن أن یدعیه۔ والله سبحانه وتعالیٰ اعلم

عبدالستار عبدالله

دار الافتاء دار العلوم کراچی

۱۳/۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح
بندہ محمود اشرف غفر اللہ
۱۳/۱/۱۴۲۹ھ

نائب مفتی — جامعہ دار العلوم کراچی

الجواب صحیح
محمد عبد اللہ عفی عنہ
1429-1-14

الجواب صحیح
بندہ عبد المنان عفی عنہ
۱۴/۱/۱۴۲۹ھ

دار الافتاء — فتوی نمبر ۳۱/۱۰۲۲ — مورخہ ۱۳/۱/۲۹ — جامعہ دار العلوم کراچی

نائب مفتی — جامعہ دار العلوم کراچی

٥ ابن کثیر ۲ : ۳۲۲ ، ۲ : ۲۲۳
٦ بخاری شریف ۲ : ۱۰۶۰
۷ مسلم شریف
۸ ترمذی شریف ۱ : ۲۰٦
۹ معارف السنن ۴ : ۱۴۰ ، ۱۳۷
۱۰ مرقات المفاتیح ۹ : ۲۲۹
۱۱ درس ترمذی ۲ : ۲۰۵
۱۲ یواقیت وجواہر ۱۳
۱۳ نبراس ۱۵۳
۱۴ تلبیس ابلیس ۱۵۳
۱۵ غنیۃ الطالبین ۱ : ۱۵۳ ، ۱ : ۲٦۹
۱٦ امداد الفتاوی ٦ : ۴٦ ، ۴۴ ، ۲۸ ، ۳۱ ، ۳۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد :

احقر نے مولانا محمد سلیم صاحب کے استفتاء کے جواب میں مولانا عصمت اللہ صاحب استاذ ورفیق دار الافتاء دار العلوم کراچی کی تحریر کا مطالعہ کیا۔ بحیثیت مجموعی یہ تحریر ماشاء اللہ اپنے موضوع پر مناسب اور طالب حق کیلئے کافی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالی کی صفات کی کنہ انسانی عقل کے ادراک سے ماوراء ہے، لہذا اسمیں خوض کرنا اور اسے عوام کے مجمع میں موضوع بحث بنانا مناسب نہیں کہ اس بحث سے فتنے پیدا ہوتے ہیں۔

جہانتک حقیقت مسئلہ کا تعلق ہے، وہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی نصوص میں اللہ تعالی کیلئے بعض ایسی صفات ثابت کی گئی ہیں جنکو اپنے معروف ظاہری معنی پر محمول کرنے سے تشبیہ وتجسیم کا شبہ ہوتا ہے، جس سے ذات باری تعالی بالاجماع منزہ اور پاک ہے، لہذا سلف کا طریقہ یہ ہے کہ ان نصوص پر اسی طرح ایمان لایا جائے جیسے وہ وارد ہوئی ہیں، اور انکے معنی مراد اور انکی کیفیت کو اللہ تعالی کے حوالے کیا جائے، اور اسمیں غور وخوض اور اسکی کنہ کی تلاش سے پرہیز کیا جائے۔ ان نصوص کے بارے میں سلف سے جو منقول ہے کہ أمِرُّوها بلا کیف، اسکا یہی مطلب ہے۔

اب یہ نصوص دو قسم کی ہیں، ایک قسم وہ ہے جسمیں اللہ تعالی کیلئے "استواء علی العرش" کا اثبات کیا گیا ہے، اور دوسری وہ ہے

رجسٹر نقل فتاویٰ جامعہ دارالعلوم کراچی

تاریخ نقل فتاویٰ	نام و پتہ مستفتی	مضمون سوال وجواب	تبویب	عنوان

جیسے "هو معكم اينما كنتم" اور "ان الله بكل شيء محيطا"
اور "الا هو معهم اين ما كانوا" اور "نحن اقرب اليه من
حبل الوريد" وغیرہ وارد ہوا ہے۔ سلف صالحین کی اکثریت دونوں
قسم کی نصوص میں اسی بات کی قائل ہے کہ "امروها بلا كيف"
یعنی ان تمام نصوص پر اسی طرح ایمان رکھا جائے جیسے وہ وارد ہوئی ہیں
اور یہ ایمان رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے "استواء علی العرش" بھی ثابت ہے
اور "هو معهم اينما كانوا" اور "بكل شيء محيطا" وغیرہ کی بنا پر
جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہو۔ لیکن جس طرح استواء علی العرش
کی کیفیت معلوم نہیں، اسی طرح ہر جگہ موجود ہونے کی کیفیت بھی معلوم
نہیں، اور جس طرح استواء علی العرش کا یہ مطلب لینا درست نہیں ہے کہ
عرش پر اس کا تمکن اجسام کی طرح ہے، یا اس کا نزول الی السماء الدنیا
(معاذ اللہ) اجسام کی طرح حلول من مکان الی مکان کو مستلزم ہے، اسی طرح
"هو معهم" اور "بكل شيء محيط" کا یہ مطلب لینا بھی درست
نہیں ہے کہ وہ (معاذ اللہ) مختلف امکنہ میں حلول کئے ہوئے ہے، بلکہ
جس طرح استواء کی کیفیت متشابہ ہے، اسی طرح ہر جگہ
موجود و محیط ہونے کی کیفیت بھی متشابہ ہے، دونوں کے ساتھ
ایک ہی جیسا معاملہ ہونا چاہئے کہ امروها بلا كيف۔
لیکن بعض حضرات علماء نے (مثلاً علامہ ابن تیمیہ رح وغیرہ) استواء کے
معاملے میں تو یہ فرمایا کہ "امروها بلا كيف" لیکن "هو معهم"
یا "معكم" یا "بكل شيء محيط" وغیرہ میں "امروها بلا كيف"
پر عمل کرنے کے بجائے تاویل کا راستہ اختیار کیا، اور فرمایا
کہ معیت سے مراد معیتِ علمیہ یا معیتِ نصرت ہے، اور احاطہ سے
مراد احاطۂ علم و قدرت ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اگر بعض
متکلمین نے "استواء" وغیرہ میں تاویل کا راستہ اختیار کیا تو
اسے گمراہی کی طرف منسوب کیا گیا، لیکن خود "معکم" وغیرہ
میں تاویل کا راستہ اختیار کیا تو اس پر کوئی اعتراض نہ کیا گیا۔

رجسٹر نقل فتاوی جامعہ دار العلوم کراچی

عنوان	تبویب	مضمون سوال وجواب	نام وپتہ مستفتی	تاریخ نقل فتاوی	فتوی نمبر مع رجسٹر نمبر
		حالانکہ اگر دوسری قسم کی نصوص میں تاویل کرنا گمراہی نہیں ہے تو پہلی قسم کی نصوص میں تاویل گمراہی کیوں ہے؟ لہذا معتدل بات یہ ہے کہ ان تمام نصوص میں تفویض، امروها بلا کیف اور بے تکلف تاویل، تینوں مذاهب محتمل ہیں۔ ان میں سے کسی کو گمراہی یا خروج عن اهل السنۃ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ بان تجسیم، تعطیل اور حلول کا عقیدہ یقیناً گمراہی ہے۔ البتہ راجح مذہب یہی ہے کہ دونوں قسم کی نصوص میں امروها بلا کیف پر عمل کیا جائے، اپنی استواء پر بھی بلا کیف ایمان رکھا جائے اور ہر جگہ موجود ہونے اور محیط ہونے پر بھی بلا کیف ایمان رکھا جائے اسی میں سلامتی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ خادم طلبہ دار العلوم کراچی ۱۴ ۱۰/۴/۱۹ یکم جمادی الثانیہ از طیارہ براہ بحرین			